مولانا عبد الحق چوہان

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم ملاقات کے اثرات

۱۹۵۱ء کی بات ہے کہ بستی مولویاں ضلع رحیم یار خاں میں مدرسہ شمس العلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر تھی۔ حسنِ اتفاق کہ انہی ایام میں حضرت خواجہ میاں عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ بھرچونڈی شریف ضلع سکھر بھی بستی میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی جس وقت تقریر شروع ہوئی تو حضرت صاحب بھی دورانِ تقریر جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور جلسہ گاہ کی آخری صف میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت امیر شریعۃ کے شدید اصرار پر آپ سٹیج پر تشریف لائے۔ پوری تقریر میں ان کی آنکھیں اشک بار رہیں۔ اختتامِ جلسہ پر حضرت صاحب اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور حضرت امیر شریعۃ اپنی جگہ پر۔ عشاء کے وقت حضرت صاحب نے مولانا صالح محمد صاحب مرحوم کے توسط سے حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا اور حضرت شاہ صاحب نے بصد مسرت ملاقات پر آمادگی ظاہر فرمائی اور حضرت صاحب شاہ صاحب کی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے اور رات کا اکثر حصہ آپ نے حضرت شاہ صاحب کی معیت میں گزارا۔ اس ملاقات میں کیا گفت گو ہوئی اور کیا مسائل زیرِ بحث آئے؟ یہ کسی کو بھی معلوم نہیں کیونکہ تیسرا کوئی شخص بھی شریکِ مجلس نہیں تھا۔ اور نہ ہی کسی کو شرکت کی اجازت تھی۔ اس ملاقات کے بعد یہ دیکھا گیا کہ حضرت صاحب حضر و سفر میں ایک صندوقچہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ احقر بھرچونڈی شریف میں مقیم تھا اور حضرت صاحب کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ حسبِ معمول وہی صندوقچہ آپ کے ساتھ تھا۔ سفری سامان کے باعث یا کسی اور سبب سے حضرت صاحب نے وہ صندوقچہ مجھے دیا کہ فی الحال اس کو کہیں رکھ دو۔ واپسی پر مجھے دے دینا۔ میں اپنی اقامت گاہ پر وہ صندوقچہ لے گیا اور وہاں جا کر اس کو کھولا وہ صندوقچہ تمام کا تمام مرزائیت کی تردید کے لٹریچر سے بھرا ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مرزائیت کے متعلق حضرت صاحب کا یہ مطالعہ حضرتِ امیر شریعت کی اس ملاقات کا نتیجہ تھا جو کہ بستی مولویاں میں ہوئی تھی۔ معلوم نہیں کہ حضرت امیر شریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرح تبلیغی محافل کے متاثرین کی کیا تعداد ہوگی؟

اختر جنجوعہ

شاہ جی کا قافلۂ احرار

آج جب کہ کاروانِ ملّت دواں صدی کے آٹھ دہاستے طے کر آیا ہے تو اگر پلٹ کر قطع کردہ راہوں کو دیکھا جائے تو ان گنت نشان ہیں جو روشن تاروں کی طرح دمک رہے ہیں۔

یہ سب روشن منطقے، ایثار، قربانی، مروت اور بے لوث جذبوں کی علامات ہیں۔ یہ تختۂ دار پہ اذانیں دینے، جیلوں میں مشقتیں کرنے اور چکیاں پیسنے والے ایثار پیشہ کارکنوں کے لہو اور پسینے سے روشن چراغ ہیں جو ظلمتوں میں ہمیشہ نور بکھیرتے رہیں گے۔

ہمارے دورِ غلامی کی تاریخ شرمساری سے جھکی، پیشانی پر ندامت کے آنسوؤں کی تاریخ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہماری قومی زندگی کا ایک ولولہ انگیز باب ہے۔ اس باب کو رقم کرنے کے لئے تہی دست قوم نے کیا کچھ دیا اور پھر بے بس کے کانپتے ہاتھوں کیا کچھ حاصل کیا۔ یہ آگہی اور عبرت کا موضوع ہے جو مستقبل کے طالبِ علم کے فکر و شعور کو نئی جلا بخشے گا۔

بطلِ حریت، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایمان افروز اور حیات آفریں قیادت میں مجلسِ احرارِ اسلام قومی زندگی کو ایک نئی ڈگر پہ چلانے کا ولولہ لئے ۱۹۲۹ء میں میدانِ عمل میں اُتری۔ مجلسِ احرار سادہ دل، مخلص، کم مایہ مگر پُرعزم افراد کی ایک جماعت تھی۔ حریتِ فکر اور جرأتِ اظہار کی دولت عام کرنا اس کا شیوہ عمل اور ممولے کو شہباز سے لڑا دینے کی جرأت عطا کرنا اس کا مطمعِ نظر تھا۔

مجلسِ احرارِ اسلام کے حصہ میں اتنے بلند پایہ خطیب آئے کہ ہندوستان کی دوسری جماعتوں کے حصہ میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہ آیا تھا۔ ارضِ ہمالہ کے رہنے والوں نے جب ان آتش نفس مغنیوں سے آزادیٔ وطن کے گیت سُنے تو ایک اضطراب ان کی روح کی گہرائیوں سے اُمڈ پڑا۔ قوم کے راہبر ابھی سوچ میں تھے کہ یہ فرزانے میدانِ عمل میں کود پڑے پھر فکر و عمل کے